

شب خون

احمد نواز



SCANNED BY: KITABIYAT
TITLE REMAKE: SHAHREZRAFIQ

ترتیب

Engr. Faraz Akram

9	سبھی شریک سفر ہیں
12	اے مری ارضِ وطن
16	میں کیوں اداس نہیں
20	کب یاروں کو تسلیم نہیں کب کوئی عداوتِ کاری ہے
22	اے مرے شہر!
28	نیا کشمیر
31	یہ پرچم جاں
34	چلو ہم پھر نصفِ آبادیوں
37	سپاہی اور موت
72	شہدائے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے نام
75	ترانہ
78	تیرے بعد
81	دیکھنا یہ ہے
84	یہ کھیت ہمارے ہیں یہ کھلیاں ہمارے

جب سازِ سلاسل بجتے تھے ہم اپنے لہو میں بجتے تھے
وہ ریت ابھی تک باقی ہے، یہ رسم ابھی تک جاری ہے

allurdubooks.blogspot.com

سبھی شریک سفر ہیں

یہ مملکت تو سبھی کی ہے خواب سب کا ہے
یہاں یہ قافلہ رنگ و بو اگر ٹھہرے
تو حُسنِ خمیہ برگ و گلاب سب کا ہے
یہاں خزاں کے بگولے اُٹھیں تو ہم نفسوا!
چراغ سب کے بجھیں گے عذاب سب کا ہے

86

88

93

97

اے وطن اے وطن

Engr. Faraz Akram میرے اپنے لوگو

سلام اس پر

ترانہ

allurdubooks.blogspot.com

جلیں گے ساتھ سبھی کیمیا سبھی ہوں گے
اور اب جو آگ لگی ہے مرے دیاروں میں
تو اس بلا سے نبرد آزما سبھی ہوں گے
سپاہیوں کے علم ہوں کہ شاعروں کے قلم
مرے وطن تیرے درد آشنا سبھی ہوں گے

تمہیں خبر ہے کہ جنگاہ جب پکارتی ہے
تو غازیانِ وطن ہی فقط نہیں جاتے
تمام قوم ہی لشکر کا روپ دھارتی ہے
مجازِ جنگ پہ مردانِ جسے تو شہروں میں
تمام خلق بدن پر زرہ سنوارتی ہے

رملوں میں چہرہ مزدور تمنا ہے
تو کھیتوں میں کسان اور خون بھرتے ہیں
وطن پہ جب بھی کوئی سخت وقت آتا ہے
تو شاعرانِ دل افکار کا غیور و مسلم
مجاہدانِ جبری کے رجز سناتا ہے

allurdubooks.blogspot.com

تو نے بنشتا تھا مرے فن کو وہ عجز از کہ جو
 سنگِ خارا کو دھڑکنے کی ادا دیتا ہے
 تو نے وہ بحرِ مرے حرفِ نوا کو بنشتا
 جو دلِ قطرہ میں قلمِ کو چھپا دیتا ہے
 تو نے وہ شعلہٴ ادراک دیا تھا مجھ کو
 جو کفِ خاک کو انسان بنا دیتا ہے

Engr. Faraz Akram

اے مری ارضِ وطن !

اور میں مستِ مےِ راش و رنگِ ہستی
 اتنا بے حس تھا کہ جیسے کسی فتال کا ضمیر
 یہ قلمِ تیری امانت تھا مگر کس کو ملا؟
 جو کٹا دیتا ہے نشے میں سلف کی جاگیر
 جیسے میزانِ عدالت کسی کج فہم کے پاس
 جیسے دیوانے کے ہاتھوں میں برہنہ شمشیر

اے مری ارضِ وطن پھر تری دھلیز یہ میں
 یوں نگوں سا رکھڑا ہوں کوئی مجرم جیسے
 آنکھ بے اشک ہے برے ہوئے بادل کی طرح
 ذہن بے رنگ ہے اُجڑا ہوا موسم جیسے
 سانس لیتے ہوئے اس طرح لرز جاتا ہوں
 اپنے ہی ظلم سے کانپ اٹھتا ہے ظالم جیسے

اور اب خواب سے چونکا ہوں تو کیا دکھیتا ہوں
ایک اک حرف مرا تیر ملامت ہے مجھے
تو اگر ہے تو مرا فن بھی مری ذات بھی ہے
ورنہ یہ شام طرب صبح قیامت ہے مجھے
میری آواز کے دکھ سے مجھے پہچان ذرا
میں تو کہہ بھی نہ سکوں کتنی ندامت ہے مجھے

آج سے میرا ہنس پھر سے اٹاٹھ ہے ترا
اپنے افکار کی نس نس میں اُتاروں گا تجھے
وہ بھی شاعر تھا کہ جس نے تجھے تخلیق کیا
میں بھی شاعر ہوں تو غول دے کے سنواروں گا تجھے
اے مری ارض وطن اے مری جاں اے مرے فن
جب تک تابِ تکلم ہے پکاروں گا تجھے

تجھ پہ ظلمات کی گھنگھور گھٹا چھائی تھی
اور میں چپ تھا کہ روشن ہے مے گھر کا چراغ
تیرے میخانے پہ کیا کیا نہ قیامت ٹوٹی
اور میں خوش تھا سلامت ہے ابھی میرا ایاغ
میں نے اپنے ہی گنہگار بدن کو چوما
گرچہ جو یلے محبت تھے ترے جسم کے داغ

جملہ ذات میں آئینے جڑے تھے اتنے
کہ میں محبور تھا کہ مجھ خود آرائی تھتا
تیری روتی ہوئی مٹی پہ نطس کیا جمتی
کہ میں ہنستے ہوئے جلووں کا تمنا تھی تھا
ایک پل آنکھ اٹھائی بھی اگر تیری طرف
میں بھی اوروں کی طرح صرف تماشا تھی تھا

وہی ہوں میں مراد دل بھی وہی جنوں بھی وہی
 کسی پر تیر چلے حباں فگار اپنی ہو
 وہ ہیر و شیما ہو، ویتنام ہو کہ بٹ مالو
 کہیں بھی ظلم ہو آنکھ اشکبار اپنی ہو
 یہی ہے فن کا تقاضا یہی مزاج اپنا
 متاع درد سبھی پر نثار اپنی ہو

Engr. Faraz Akram میں کیوں اُداس نہیں

نہیں کہ درد نے پتھر بنا دیا ہے مجھے
 نہ یہ کہ آتشِ احساس سرد ہے میری
 نہیں کہ خونِ جگر سے تھی ہے میرا قلم
 نہ یہ کہ لوحِ وفا برگِ زرد ہے میری
 گواہ ہیں مرے اجباب میرے شعر ثبوت
 کہ منزلِ رسن و دارِ گرد ہے میری

لوہسان مرے شہر میرے یار شہید
 مگر یہ کیا کہ مری آنکھ ڈبڈبائی نہیں
 نظر کے زخمِ جگر تک پہنچ نہیں پائے
 کہ مجھ کو منزلِ اظہار تک رسائی نہیں
 میں کیا کہوں کہ پشاور سے چانگام تک
 مرے دیار نہیں تھے کہ میرے بھائی نہیں

بجا کہ امن کے بربط اٹھائے آج تک
 ہمیشہ گیتِ محبت کے گائے ہیں میں نے
 عزیز ہے مجھے معصوم صورتوں کی ہنسی
 بجا کہ پیار کے نغمے سنائے ہیں میں نے
 چھڑک کے اپنا لہوا اپنے آنسوؤں کی پھوٹ
 ہمیشہ جنگ کے شعلے بجھائے ہیں میں نے

میں سنگدل ہوں نہ بیگانہ و فانیارو
 نہ یہ کہ میں ہوں کسی خواب زار میں کھویا
 تمہیں خبر ہے کہ دل پر غراش جب بھی لگے
 تو بند رہ نہیں سکتا مرالپ گویا
 وہ مرگ ہم نفساں پر خریں نہیں ہے تو کیوں
 جو فاطمی و لومبا کی موت پر رویا

دلاوران و فکیش کی شہادت پر
 مرا جگر بھی لہو ہے یہ وقف یا کس نہیں
 سیالکوٹ کے مظلوم ساکنوں کے لیے
 جز آفریں کے کوئی لفظ میرے پاس نہیں
 میں کیسے خطہ لاہور کے پڑھوں نوے
 یہ شہر زندہ دلاں آج بھی ادا کس نہیں

جنوں فروغ ہے یار وعدہ کی سنگ زنی
 ہزار شکر کہ معیارِ عشق پست نہیں
 مناؤ جشن کہ روشن ہیں شعلیں اپنی
 دریدہ سر ہیں تو کیا غم شکستہ دست نہیں
 مرے وطن کی جہیں پر دمک ہا ہے جو زخم
 وہ نقشِ فتح ہے داغِ غم شکستہ نہیں

گریز و از صفِ ماہر کہ مردِ غوغا نیست
 کسے کہ کشتہ نشد از قبیلہ مانیت

جب پرچم جاں لے کر نکلے ہم خاک نشیں مقتل مقتل
اُس وقت سے لے کر آج تک جلاو پہ پہیت طاری ہے

زخموں سے بدن گلزار سہی پر اُن کے شکستہ تیر گنو
خود ترکش والے کہہ دیں گے یہ بازی کس نے ہاری ہے

کس زُعم میں تھے اپنے دشمن شاید یہ اُنھیں معلوم نہ تھا
یہ خاکِ وطن ہے جاں اپنی اور جان تو سب کو پیاری ہے

غزل
Engr. Faraz Akram

کب یاروں کو تسلیم نہیں کب کوئی عدوانکاری ہے
اس کو تے طلب ہیں ہم نے بھی دل نذر کیا جاں واری ہے

جب سازِ سلاسل بجتے تھے ہم اپنے لہو میں سجتے تھے
وہ ریت ابھی تک باقی ہے یہ رسم ابھی تک جاری ہے

کچھ اہلِ ستم کچھ اہلِ حشم مے خانہ گرانے آئے تھے
دہلیز کو چوم کے چھوڑ دیا دیکھا کہ یہ پتھر بھاری ہے

allurdubooks.blogspot.com

اگ برسا رہا تھا
میں چپ تھا

مرے شہر!

میں تیرا مجرم ہوں
اس بے حسی کے لیے
جب ترے بام و در
طاق و دہلیز و دیوار
تیرے مکینوں کے
خونِ خنارنگ سے
ترتر ہو رہے تھے
تو میں چشم بستہ تھا

اے مرے آبار کے مسکن!
میں تیرا گنہگار ہوں

اے مرے شہر!

دہ جنگ ۱۹۶۵ء میں ۱۳ ستمبر کو کواٹ پر بمبارت کی
وحشیانہ بمباری کی وجہ سے پیشمار معصوم جانیں تلف ہوئی یقیناً

مرے شہر!

میں تجھ سے نادم ہوں
اس خامشی کے لیے
جب عدوتیری خوابیدہ گلیوں پہ
بھگی ہوئی رات میں

جب ترے آئینہ رنگ چشموں سے
 اک جھوٹے خوں آملی تھی
 تو میرے لبوں پر
 کوئی حرفِ ماتم نہ آیا
 کہ جب تیرے زرتابِ خرمین پہ
 سفاک بجلی گری تھی
 تو میں تیری جلتی ہوئی کھیتوں کی طرف
 بادلِ چاک و باچشمِ پُرم نہ آیا

میں شرمندہ ہوں
 اے مرے برگزیدہ بزرگوں کی بستی
 کہ اس درد کی فصل میں
 تیرے فرزند شاعر کی نوکِ قلم پر
 ترا اسمِ اعظم نہ آیا

یہ سب کچھ بجا ہے —
 یہ سب کچھ بجا ہے
 مگر اے مقتدرِ س زبیں!
 تیری مٹی نے جب میری صورت گری کی
 تو ورثے میں تو نے

مجھے ایسا دل دے دیا تھا
 جو اپنے دکھوں کے سمندر نہ دیکھے
 مگر دوسروں کے غمِ چشم سے باخبر ہو
 مجھے تیری گل نے وہ احساس بخشا
 جو اپنے عزیزوں کی لاشوں پہ
 پتھر بنا دم بخود ہو
 مگر کاہشِ دیگران پر
 سدا فوجہ گر ہو

مرے شہر!

جب تیرے سینے سے

مینارِ نوح اُٹھ رہا تھا

میں اُس وقت

غافل نہیں تھا

میں بے حس نہیں تھا

مگر اُس گھڑی میرا سارا وطن

ظلم کی زد میں تھا

میرا سارا چین

آگ کی حد میں تھا

ساری دنیا کی مظلومیت، میری آنہوں میں تھی

ساری دنیا ہی میری نگاہوں میں تھی

اس سے

تو ہی تو تھا

پشاور کا

لاہور کا

اور

بنگال کا نام، کوہاٹ تھا

کاشمیر

کوریہ

ہیروشیما کا ویتنام کا نام، کوہاٹ تھا

ساری مظلوم دنیا کے ہر شہر کا نام کوہاٹ تھا

اے مرے شہر!

میرا قلم اپنے کردار پر

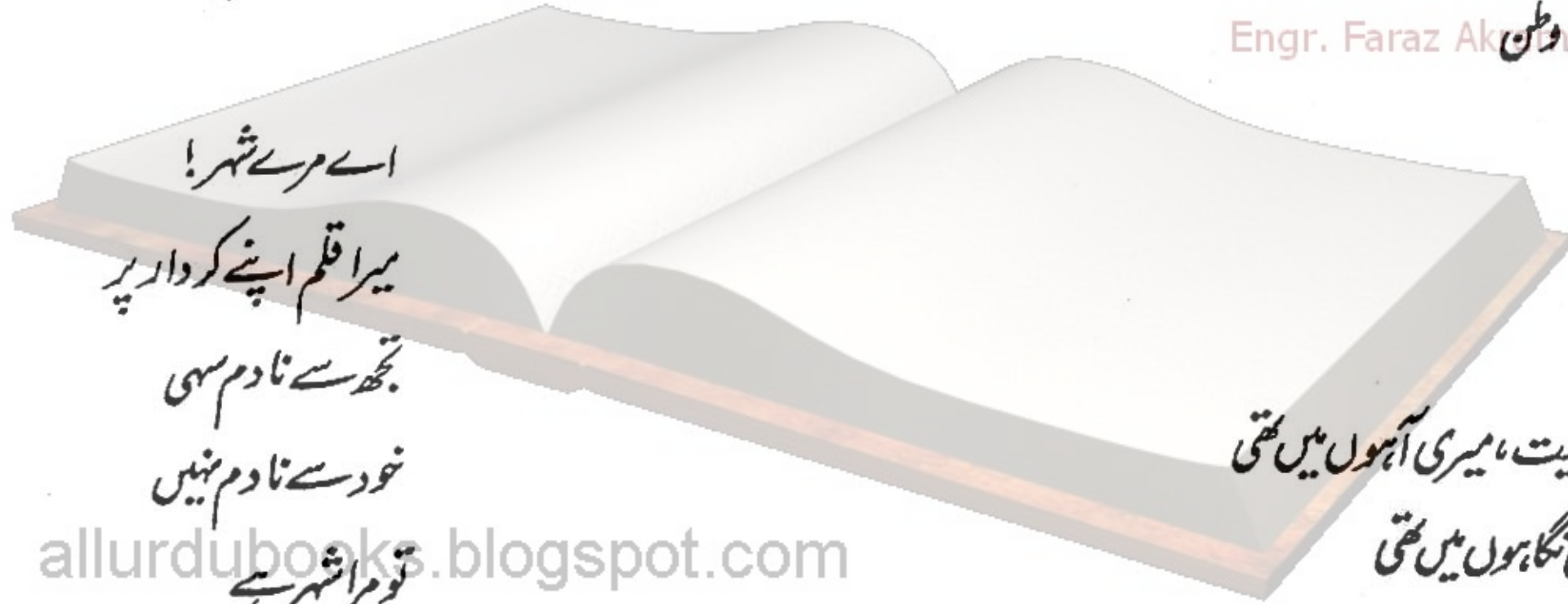
تجھ سے نادم سہی

خود سے نادم نہیں

تو مرا شہر ہے

پر مرا شہر تو آج ساری زمیں ہے

فقط تو نہیں ہے



تیرے سینے پہ محلات کے ناسوروں نے
 تیری شریانوں میں اک زہر سا بھر رکھا ہے
 تیرا ماحول تو جنت سے حسیں تر ہے مگر
 تجھ کو دوزخ سے سوا وقت نے کر رکھا ہے
 تجھ کو غیروں نے سدا دست نگر رکھا ہے

Engr. Faraz Akram

نیا کشمیر

مہ و انجسم سے تراشے ہوئے تیرے باسی
 ظلم و ادبار کے شعلوں سے جہاں سوختے ہیں
 قحط و افلاس کے گرداب ہیں غرقاب عوام
 جن سے تقدیر کے ساحل بھی براستہ فتنے ہیں
 سالہا سال سے لب بستہ زباں دوختے ہیں

میری فردوس گل و لالہ و نسریں کی زمیں
 تیرے پھولوں کی جوانی ترے باغوں کی بہار
 تیرے چشموں کی روانی ترے نغمہ آروں کا سُن
 تیرے کساروں کی عظمت ترے نغموں کی پھوار
 کب سے ہیں شعلہ بداماں و جہنم بکھنار

اُن کی قسمت میں رہی محنت و درِ یوزہ گری
اور شاہی نے تری حسد کو تاراج کیا
تیرے بیٹوں کا لہو زینتِ ہر قصر بنا
تجھ پہ نمود کی نسلوں نے سدا راج کیا
ان کا مسلک تھا کہ پامال کیا راج کیا

Engr. Faraz Akram

لیکن اب اے مری شاداب چناروں کی زمیں
انقلابات نئے دور ہیں لانے والے
حشر اٹھانے کو ہیں اب ظلم کے ایوانوں میں
جن کو کہتا تھا جہاں بوجھ اٹھانے والے
پھر تجھے ہیں گل و گلزار بنانے والے

یہ پرچہ ہم جاں

allurdubooks.blogspot.com

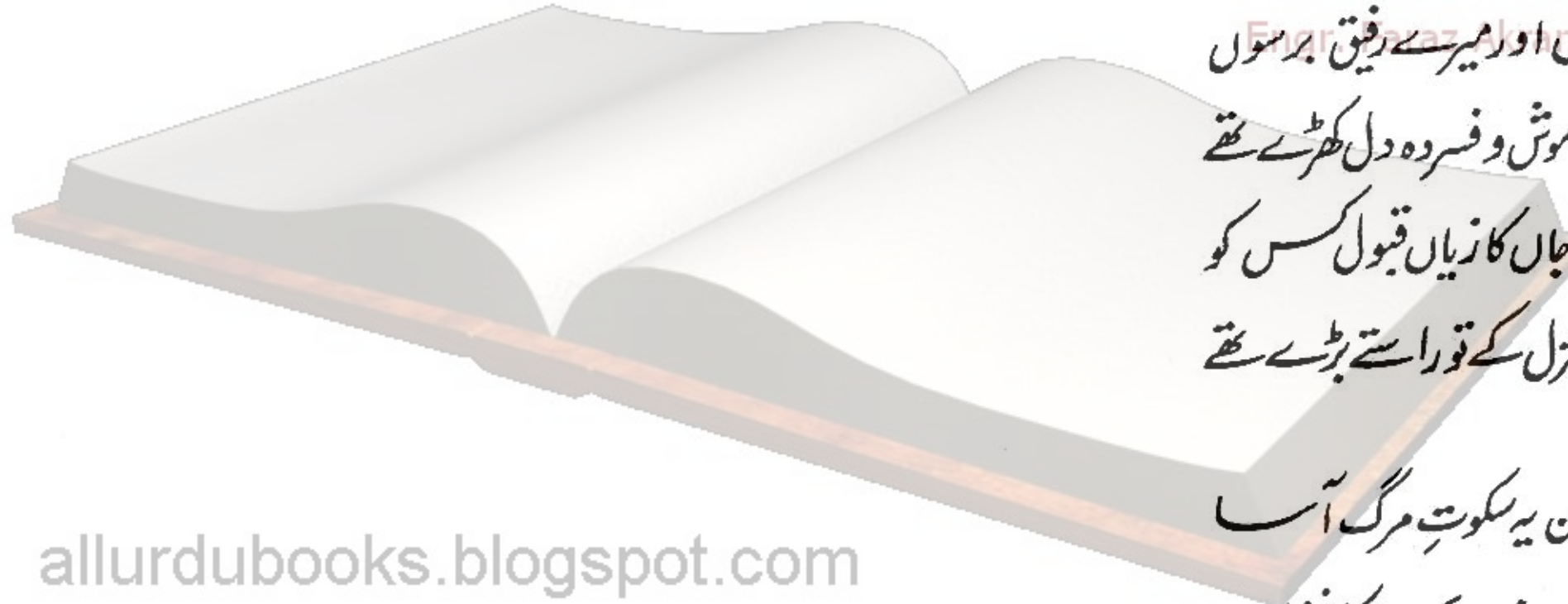
جنت میں بھڑک رہے تھے شعلے
پھولوں کی جبینِ جھلس گئی تھی
شبِ نیم کو ترس گئی تھیں شاخیں
گلزار میں آگ بس گئی تھی

اک رقصِ جنوں ہوا ہے جاری
یہ رقصِ جنوں نہ رُک سکے گا
یہ شمع نوا نہ بجھ سکے گی
یہ پرچمِ جاں نہ جھک سکے گا

نغموں کا جہاں بھتا ریزہ ریزہ
اک وحشتِ درد کو بکھتی
ہر دل تھا بجھا چیراغ گویا
ہر چشمِ طلب لہو لہو تھی

میں اور میرے رفیق برسوں
خاموش و فسرده دل کھڑے تھے
پر جاں کا زیاں قبول کس کو
منزل کے تو راستے بڑے تھے

لیکن یہ سکوتِ مرگ آسا
تا دیر نہ رہ سکا فضا میں
اک شور سا چار سمت اٹھا
کچھ مشعلیں جل اٹھیں ہوا میں



allurdubooks.blogspot.com

کہ مجھ جائے ہر اک مشعل
تو ظلمت کو بکو آئے
کہ اہل صدق و ایمان بے سہارا ہوں
چلو ہم پھر صف آرا ہوں

صف آرا ہوں کہ پہلے بھی

ستم ایجاد آئے تھے

نشان ظلم اٹھائے تھے

لہو سے تر بتر نخبہ

قباؤں میں چھپائے تھے

ہوس کی تند آندھی نے

دیے کیا کیا بجھائے تھے

جواب دستِ ستم اٹھے

مثالِ سنگِ خارا ہوں

چلو ہم پھر صف آرا ہوں

صف آرا ہوں کہ پھر آئیں

چلو ہم پھر صف آرا ہوں

چلو ہم پھر صف آرا ہوں

صف آرا ہوں

کہ دشمن چار سو آئے

کہ قاتل روبرو آئے

کہ اُن کے کاسے خالی ہیں

کچھ اپنا لہو آئے

تو قاتل سہنگوں جائیں
پشیمان وزبوں جائیں
گنوا کر اپنے جسم و جاں
بہا کر اپنا خوں جائیں
عدو سفاک ارادوں سے

اگر آئیں تو یوں جائیں
Engr. Faraz Akram

کہ شرمندہ دوبارہ ہوں
چلو ہم پھر صف آرا ہوں

سپاہی

اور

موت

allurdubooks.blogspot.com

(ہوائی جہازوں کی بمباری — مورچے، لڑائی کا منظر —
آہستہ آہستہ کیمرو ایک پہاڑ کی طرف رخ پھیر لیتا ہے جہاں برف
سے ڈھکی چوٹی پر ایک زخمی سپاہی برف میں دبا پڑا ہے۔)

سپاہی : کہاں ہوں۔

allurdubooks.blogspot.com

مرے جسم پر بوجھ کیسا ہے

کیا میں پہاڑوں کے نیچے دبا ہوں

مری سانس کیوں ٹرک رہی ہے

یہ ٹھنڈک رگ و پے میں کیوں ہے

مرے بازوؤں میں سکت ہے

کردار:

○ زخمی سپاہی

○ پہلا سپاہی

○ دوسرا سپاہی

○ موت

نہ ہونٹوں میں جنبش کا یارا

نہ آنکھوں میں ہی روشنی ہے

چٹانوں کی صورت گراںبار پلکیں اٹھانے سے عاری

تو کیا میری بینائی بھی جا چکی ہے؟

نہ چہرے، نہ منظر

Engr. Faraz Akram

نہ کوئی صدا ہے؟

یہ کیا ہے؟

مجھے اپنی آواز بھی اجنبی لگ رہی ہے

فقط دھند ہی دھند

اور برف کے بکراں سا بیاں چارٹو ہیں

یہ سکرات کا پل ہے

یا مجھ پہ کابوس سایہ کناں ہے

..... یہ کیا؟

میرے بازو میں کیوں درد کی لہر اٹھی

میں زندہ ہوں

لیکن

بدن برف میں دفن ہے

اور چہرہ مرا

زمہری ہواؤں سے سُن ہو چکا ہے

کسی کو خبر تک نہ ہوگی

کہ میں اس پہاڑی کی چوٹی پہ زخموں سے پھلنی پڑا ہوں

کوئی مہرباں ہاتھ..... ہمدرد بازو نہیں ہے

جو اس کرۂ مرگ سے مجھ کو باہر نکالے

نہ جانے بہادر رفیقوں کے دستے کہاں ہیں

تو کیا میں یہاں

کس میرسی کے عالم میں دم توڑ دوں گا

تو کیا اس پہاڑی کی چوٹی پہ میرے تجسّس میں کوئی

نہ آئے گا

کوئی نہ آئے گا

کوئی.....

موت : مگر میں سپاہی

فقط میں - اجل - موت

ازل سے ابد تک

تری غمگسار اور ساتھی

ایک لے دکھی بے نواؤں کی واحد سیما

کہ جو زندگی کی جفاؤں سے تنگ آچکے ہوں

کہ جو زندگی کی کڑی اور لمبی مسافت سے اکتا چکے ہوں

کہ جو زندگی کے سراپوں سے ،

پھیلے خرابوں سے گھبرا چکے ہوں

بھی نامرادوں کو میں نے ہی آخر سہارا دیا ہے

جنہیں زندگی تھج گئی ہو

انہیں صرف میں نے گوارا کیا ہے

ادھر آ..... مجھے ہاتھ دے

میں تری آخری چارہ گر ہوں

تری ہمسفر ہوں

تری راہبر ہوں (موت ہاتھ بڑھاتی ہے)

ادھر آ سپاہی - مرے ساتھ چل

یہی وقت ہے

جبکہ تو اک چراغِ سحر کی طرح

رہ گزارِ عدم کا مسافر ہے

آج تجھ کو اپنی حفاظت میں

اس برف کے تند طوفان سے لے چلوں میں

تجھے کیا خبر

کیسی قاتل ہواؤں کے جھکڑ

ہمارے تعاقب میں ہیں

اے سپاہی مرے ساتھ چل

(ہواؤں کا شور)

سپاہی : کون ہے تو -

اجل

فاحشہ !

تجھ کو کس نے پکارا کہ تو
بن بلائے یہاں آگئی ہے

میں زندہ ہوں

میری نقاہت سے تُو نے یہ سمجھا

کہ میں زندگی سے مفر چاہتا ہوں

مری غیر ہموار سانسوں سے تُو نے یہ جانا

کہ میں نزع میں ہوں

پرے ہٹ مرے جسم سے اپنی پرچھائیں کو دُور لے جا

موت : تراجم بے حس ہے

اور تیری آنکھوں پہ کھرا جاسے

تجھے اس کا احساس بھی تو نہیں ہے

کہ تو صرف کہنے کو زندہ ہے

ورنہ اگر تو یہ دیکھے

کہ تیرا لہو کس قدر بہ چکا ہے

اگر تو یہ دیکھے

کہ یہ لعل و یاقوت

جو تیرے پہلو میں بکھرے پڑے ہیں

ترسے ہی لہو کی وہ بوندیں ہیں

جو برف پر جم گئی ہیں

تو جانے

کہ اب زندہ رہنے کی خواہش عبت ہے

چلو میں نے مانا

کہ تجھ میں ابھی زندگی کی رمق ہے

مگر کس قدر

صرف دو چار سانسوں کی مہلت

ترمی بے بسی اور نقاہت کا یہ حال ہے کہ

ترسے زرد رخسار پر برف کی تہہ جی ہے

مگر تجھ میں اتنی بھی ہمت نہیں ہے

کہ چہرے سے اس کو کھرچ دے

.....

ترسے سامنے جو اندھیرے ہیں ان سے نہ ڈر

بلے خبر

رات بھی دن سے کچھ مختلف تو نہیں ہے

سپاہی : چلو میں نے مانا

مگر تو بتا مجھ سے کیا چاہتی ہے

موت : زیادہ نہیں -

Engr. Faraz Akram

صرف اتنا کہ تو مان لے

زندگی اک مسلسل اذیت ہے

سپاہی : تو

تو یوں کہہ کہ میں تیرے آگے سپر ڈال دوں

موت : کیوں نہیں

اور یہ الزام بھی خود پہ لینے کو راضی ہوں میں

سپاہی : دور ہٹ فاحشہ !

زندگی سے مجھے پیار ہے

موت : باؤ لے !

اتنا پاگل نہ بن

تو جو مانے تو کیا

اور نہ مانے تو کیا

اب ترے سامنے دوسرا راستہ ہی نہیں

اپنے ہاتھوں کی پیلاہٹیں دیکھ لے

اپنے ہونٹوں کی نیلاہٹیں دیکھ لے

اپنی آنکھوں کی دھندلاہٹیں دیکھ لے

تو جو مانے تو کیا

اور نہ مانے تو کیا

سپاہی : دشمن جاں !

موت : خد نہ کر دیکھ

اب تیری منزل

تری رات ہر لمحہ نزدیک تر آرہی ہے

تری ضد

تیری بیچارگی

کرب و اندوہ کو طول دے گی
جانکشی زندگی تو نہیں
چل مرے ساتھ چل
زندگی کے کڑے مرحلے بھول کر
چل۔

Engr. Faraz Akram
سپاہی : نہیں۔ میں نہیں جاؤں گا
میں ترے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گا
موت : اپنا دشمن نہ بن
تیرے پیکر میں تیرا لہو منجمد ہو رہا ہے
ترا میخ زدہ جسم
طوفان کی یورشوں سے نہیں بچ سکے گا
ادھر آتھے اپنا آنچل اوڑھا دوں
جو تجھ کو قیامت تلک گرم رکھے گا
اونا سمجھ نوجواں
میرے سینے کی حدت

ترے تیخ زدہ جسم کو
سرمدی امن بخشے گی
آج تجھ کو اپنے گلے سے لگا لوں
یقین کر!
کہ تو کربنا کی کی شدت سے نالہ کتاں ہے

تری بے کسی اور فرماں پذیری
مجھے حوصلہ دے رہی ہے
سپاہی : فریبی!
مجھے اپنی جیلہ گری اور مکاریوں سے
تہہ دام لانے کی کوشش نہ کر
کذب گو

میں تو سرمدی کی شدت سے بیکل ہوں
تجھ سے تو خائف نہیں۔
موت : خواہ آنسو خوشی کے ہوں یا کرب کے
ایک ہی بات ہے

بے خبر!
شام ڈھلنے کو ہے

اور میدان میں
شب کی پرچھاٹیاں خمیہ زن ہو رہی ہیں
کسے کیا خبر ہے

Engr. Faraz Akram

کہ تو

اس پہاڑی پہ گھائل پڑا ہے
تری کھوج پہلے تو مشکل ہے
اور اتفاقاً اگر تیرے ساتھی
تجھے ڈھونڈ بھی لیں

تو حاصل؟

تجھے کیا سکوں مل سکے گا؟
اگر تو کوئی روز تک اور زندہ رہا بھی تو کیا
پھر سے دُنیا کے دُکھ
زندگانی کے جنجال تیرا تعاقب کریں گے

تری بہتری ہے اسی میں
کہ بے حیل و حجت
یہاں پُر سکوں موت مر جا
سپاہی: ریاکار!

تو اپنی عیاریوں سے مجھے دم میں پھانسا چاستی ہے

میں زندہ رہا ہوں

میں زندہ ہوں

زندہ رہوں گا

مجھے تو ہر اسان نہیں کر سکے گی

ابھی مجھ کو جینا ہے

موت: اگر تو جیا بھی تو پھر کیا؟

تجھے زندگانی کے بارے میں خوش فہمیاں ہیں

اگر تو جیا بھی

تو کیا تو سمجھتا ہے

اس زندگی سے محنت کرے گا

جو ٹھٹھن ہے ذلت ہے بیچارگی ہے

ذرا سوچ اے بے خبر

زندگی بستر گل نہیں

پھر ذرا سوچ

سپاہی: کیا سوچنا

میں تو ہستی کے ہر زیر و بم سے ہوں واقف

مگر تو بھلائے ہوئے ہے

کہ یہ جنگ ہے

موت: باؤ لے!

میں نے مانا کہ تو جنگ میں

سرخرو ہو چکا ہے

وطن کی حفاظت کا حق

جان پر کھیل کر تو ادا کر چکا ہے

مگر تجھ کو اک مرتبہ اپنے گھر اور عزیزوں کے دکھ پھر سے
تڑپائیں گے

سب زمانے کے غم تجھ کو کھا جائیں گے

سپاہی: جی تو مجھے اس قدر بے کلی ہے

کہ میں حملہ آور غنیمتوں کو جلدی ٹھکانے لگا لوں

تو پھر گھر کو جاؤں

مرے گھر کی دہلیز ہر دم مری منتظر ہے

موت: بجا ہے

اگر گھر ترا منتظر ہو

اگر تیرے گھر کے در و بام باقی رہے ہوں؟

اگر صرف اینٹوں کے انبار اور راکھ کے ڈھیر گھر ہیں

تو پھر وہ ترے منتظر ہیں

allurdubooks.blogspot.com

(تقصیر)

کھنڈر چاروں جانب کھنڈر ہیں۔

سپاہی: تو پھر کیا؟

مرے بازوؤں میں تو انائی ہے

میرے کندھوں سے بندوق اُترے تو پھر میرے بازو

کدالوں کے اور بیلچوں کے رفیق سفر ہیں

سپاہی خرابوں کو تعمیر کرتا رہا ہے

موت : زمیں جل چکی ہے

سپاہی : میں پہلے بھی ویران خطوں کو زرخیزیاں دے چکا ہوں

موت : مگر اب یہ ممکن نہیں ہے

کہ پانی کے چشمے - کنوئیں اور نہریں

بھوں کی لگاتار بارش سے اب خشک اور بے نشان ہو چکے ہیں

دراستی - ہتھوڑے - سلاخیں - کدالوں کے پھل اور

ہل - گویا سب تیرے اوزار - ہتھیار ٹوٹ کر پکے ہیں

سپاہی : مگر تاکے

میں سپاہی ہوں

گر نجت نے یاوری کی

اور اک بار میرے قدم

اپنے شہروں میں پہنچے

تو پھر سے

یہ مسمار گھر

منہدم کارخانے

جلی کھیتیاں

اور خاموش بازار

یوں جی اٹھیں گے

کہ جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہیں تھا

موت : بجا

پر یہ اُس وقت ممکن ہے

سپاہی : لیکن

موت : ٹھہر تو مری بات سن

یہ تو اُس وقت ممکن ہے جب

تیرے بازو سلامت ہوں اور جسم کا کوئی حصہ نہ بیکار ہو

مگر ایسے عالم میں بھی

تیری خوش فہیاں تجھ کو بہکا رہی ہیں
ہلاکت کی آندھی ترے جسم کا ریزہ ریزہ اڑانے کو پر تولتی ہے
ابھی وقت ہے سوچ لے۔

سپاہی: (ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اپنے آپ سے) تو کیا کوئی قوت بھی
ایسی نہیں ہے Engr. Faraz Akram

کہ جو موت کے زعم و پندار کو چور کر دے
کوئی ایسی صورت نہیں
جس سے میں قلعہ مرگ کو منہدم کر سکوں
نہیں..... آج تک موت پر کس کو قدرت ملی
اگر یونہی ہوتا رہا ہے
تو پھر کیوں نہ میں خود کو اس کے حوالے ہی کر دوں
کشاکش کا حاصل؟
فقط نزع کا طول۔ اور پھر
ہزیمت شکستِ نفس

(موت کی طرف دیکھتے ہوئے)

موت!
میں صرف ایک شرط پر زندگی کی متاع گراں تیرے قبضے میں دینے کو
تیار ہوں

موت: شرط!

(تھقہ لگاتی ہے)

بھلا موت سے بھی کسی نے کوئی شرط منوائی ہے؟
سپاہی: جانتا ہوں کہ میں

دوسروں سے کسی طرح بہتر نہیں ہوں
اگر آج تک کوئی تجھ سے نہ جیتا

تو مجھ کو بھی مرنے میں پھر غرور کیوں ہو

مگر دشمنِ زندگی

صرف ایک شرط پر

موت: کونسی شرط؟

سپاہی: بس یہ کہ جب جنگ کا خاتمہ ہو تو ایک روز کے واسطے تو مجھے چھوڑ دے گی

بس اک روز کے واسطے

تاکہ میں اپنے غازی رفیقوں کی صف میں کھڑا،

فتح کے گیت گاؤں

ظفر مند پرچم کھلے تو

سلامی کی تقریب میں

Engr. Faraz Akram

دوسرے جاں نثاروں کے ہمراہ میں بھی کھڑا ہوں

مرے کان بھی یوم نصرت کی توپوں کی گونج سے گونج اٹھیں گے

اور اس وقت

جب فتح و نصرت کے نعمات سے

سرزمین وطن کی فضا رقص میں ہو

میں عجلت سے گھر جا کے دیکھوں

وہ محبوب چہرے

جو میرے لیے اپنی آنکھوں میں خوشیوں کے آنسو تو

ہاتھوں میں پھولوں کے کنبے لیے راستوں پر مرے منتظر ہوں

مرے گاؤں والے

مرے یار احباب مجھ کو

ظفر مند پرچم کی مانند اٹھالیں.....

اور میں

ان کے اس خیر مقدم کو

مغرور آنکھوں کی چپ مسکراہٹ سے دیکھوں

فقط اس قدر

اے مری مسکراہٹ کی دشمن!

موت: نہیں تیری یہ شرط ناقابل اعتنا ہے

سپاہی: تو پھر بیوا!

دُور ہو۔ میں سپاہی ہوں

اور زندگی کی حکمتی دمکتی ہوئی آگ میرے بدن میں ابھی ہے

میں زندہ ہوں۔ زندہ رہوں گا

موت: مگر کب تک

سپاہی: جب تک میری آواز میں زندگی کی لپک ہے

مرادل دھڑکتا رہے گا

موت : مگر تاجکے

سپاہی : تاجکے ؟

جب تک یہ مراخ زده جسم ان آسمانوں کی مانند نیلا نہ ہو جائے

میں

اس پہاڑی کی چوٹی پہ دم توڑ دوں گا

مگر تیرے آگے نہ ہرگز جھکوں گا

یہ ممکن نہیں ہے

کہ میں تیرے آگے سر ڈال دوں

موت : حوصلہ ! حوصلہ !

اے سپاہی یہ جذباتیت بے اثر اور عبث ہے

اگر مجھ سے تُو ہمارے تسلیم کر لے

تو یہ زندگی کے اُسی ضابطے ہی کی تائید ہوگی

جو روزِ ازل سے ابد تک رہا ہے

رہے گا

نہ اس سے زیادہ نہ کمتر

نہ اس سے زیادہ نہ کمتر

(قدموں کی چاپ سنائی دینے لگتی ہے

کچھ دور سپاہیوں کے چہرے جن میں

سے ایک کے کندھے پر برف ہٹانے والی

کدال اور دوسرے کے کندھے پر ترکیب

سٹریچر دھرا ہے۔)

سپاہی : ٹھہرا !

مرے ہی رفیقوں کے قدموں کی مانوس آواز میری طرف

بڑھ رہی ہے عجب کیا کہ یہ زخمیوں کے تجسس میں ہی

آ رہے ہوں

موت : کہاں بے وقوف

سپاہی : اُس طرف

موت : (دیوانہ دار نہتی ہے۔ قدموں کی چاپ قریب تر آ جاتی ہے)

باؤ لے یہ جماعت تو وہ ہے جو لاشیں ٹھکانے لگاتی ہے

سُن تو !

(کدالوں اور پیچوں کے کھڑکنے کی آواز)

یہ تیرے درماں نہیں گورکن ہیں

سپاہی: وہ کچھ بھی ہوں زندہ تو ہیں اور زندوں کے دشمن نہیں

یہ مرے شیردل ہموطن ہیں

(کیمروہ بندی سے گھاٹی پر مرکوز ہوتا ہے)

Engr. Faraz Akram

پہلا سپاہی: بہت تھک گئے

اس پہاڑی پر چڑھنا غضب تھا

دوسرا سپاہی: یہاں چند سانپوں کو ستانے کے بعد
آگے بڑھیں گے

کہ اب اور چلنے کی طاقت نہیں ہے

پہلا سپاہی: تھکن سے مری ہڈیاں

ریزہ ریزہ ہوئی جا رہی ہیں

پہلا: ترے پاس کھانے کو ہے کچھ؟

دوسرا: کہاں۔ چند سگریٹ بچے ہیں۔ اگر تم.....

پہلا: غنیمت ہے یہ بھی۔ قیامت کی سردی ہے۔

دوسرا: چائے پئو گے؟ اُبلتی ہوئی گرم چائے پہ بالائی کی تہہ
جمی ہو تو کیسی ہے گی

پہلا: چلو اک پیالہ۔ نہیں دوسری

دوسرا: یہاں کون زخمی ملے گا؟

(دونوں ہنستے ہیں)

پہلا: تصور کی جادوگری خوب ہے

دوسرا: ہاں خیالی پلاؤ کی خوشبو سے بھی کچھ تسلی ہوتی ہے

(سپاہی کے کراہنے کی آواز آتی ہے)

سپاہی: میں زندہ ہوں۔ زندہ ہوں

اس بد نفس کو مرے سامنے سے ہٹاؤ

یہ ظالم جڑیل

اپنے بازو پیارے

نمعلوم کب سے مری گھات میں ہے

میں زندہ ہوں

زندہ ہوں مجھ کو بچا لو

دوسرا سپاہی : (چھوٹے ہڑے) واقعی اس میں جاں ہے ابھی

سنو تم میں اتنی سکت ہے
کہ اس کو اٹھا کر ہم اپنے ٹھکانے تک جا سکیں
پہلا سپاہی : اگرچہ ٹھکانے سے مری ہڈیاں کڑکڑانے لگی ہیں
مگر اس سپاہی کو دستِ اجل سے بچانا مقدم ہے
آؤ اسے لا تھدیں

دوسرا سپاہی : اچھا ہوا ہم ادھر آ گئے
ورنہ اس باد و باران کے طوفان میں زخموں سے گھائل
مجاہد کبھی بچ نہ سکتا

شہیدوں کی فہرست میں یہ بھی ہوتا۔

پہلا سپاہی : بس اب وقت ضائع نہ ہو
بیچے سے تہیں برف کی تم ہٹاؤ
میں اتنے میں کوئی دوا دیکھتا ہوں

دوسرا سپاہی : خدایا! ذرا اس کے رخِ جسم کو چھو

پہلا سپاہی : سنو جیسے کوئی یہیں پاس ہی ہو
دوسرا سپاہی : ترا دا ہمہ ہے۔ یہاں کون ہوگا
سپاہی : مرے پاس آؤ رفیقو

مرے سر پر یہ بے حیا گدھ کی مانند منڈلا رہی ہے
پہلا سپاہی : سنی تم نے آواز؟

دوسرا سپاہی : ہاں وہ ادھر۔ برف میں
دفن لاشہ

پہلا سپاہی : چلو۔ بیچے لو۔ وہ زندہ ہے

دوسرا سپاہی : حیرت
اگر اس جگہ لاش ہوتی تو میں اتنا حیران نہ ہوتا
مگر ایک زندہ سپاہی

یہاں معجزہ ہے

پہلا سپاہی : تو جلدی کرو۔ رات ہونے کو ہے

(دونوں سپاہی زخمی سپاہی

کے قریب آ جاتے ہیں)

(دونوں سپاہی ادھر ادھر سے برف ہٹاتے
ہیں اور زخمی سپاہی کو اٹھا کر کندھے پر
ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہوا کا شور
اور برف باری کی شدت بڑھ جاتی ہے۔)

پہلا سپاہی : ذرا ہاتھ دو تاکہ میں اس کو کندھے پر آرام سے
ڈال لوں

سپاہی کا ہمدرد ساتھی سپاہی ہی ہوتا ہے۔ آؤ ذرا تم ادھر سے
(زخمی سپاہی کا ہاتھ ہے)

زخمی سپاہی : مرے ساتھیو! تم کو تکلیف ہوگی
یہ رستہ اندھیرا ہے اور پر خطر ہے

ذرا دیکھ کر.....

میرا کیا ہے کہ میں تو

فقط چند سانسوں کا مہمان ہوں.....

پر تمہارے لیے زندگی کے مہ دو سال کی بے کراں

وادیاں ہیں

کے دیکھو

پہلا سپاہی : نا معلوم یہ اب تک کیسے زندہ بچا ہے
موت : (اپنے آپ سے) یہ کچھ بھی کریں۔ میرے جھگل سے
اس کو نہیں چھین سکتے

یہ ننچیر میرا ہے۔ میں اس کو جانے نہ دوں گی

یہ ہمدرد

دو چار سانسوں کے ساتھی

اسے راہ میں پھینک جائیں گے یا خود بھی بھوک اور تھکن
ہی سے دم توڑ دیں گے

میں ان کا تعاقب کروں گی

میں ان کا تعاقب کروں گی

یہ ننچیر میرا ہے

میرا ہے

میرا ہے

پہلا سپاہی : نہیں تم سلامت رہو گے۔ ہمارے وطن کے سپاہی
کہ اب زندگی سے اور محفوظ رہتے یہ تم گامزن ہو چکے ہو
(چلنے لگے ہیں)

زخمی سپاہی : مگر ظلمتوں سے سبھی راستے ڈھک چکے ہیں
یہ گھاٹی نہایت خطرناک ہے

اپنی جانیں مری زندگی کے لیے مت گنواؤ
دوسرا سپاہی : یہی زندگی ہے۔ سپاہی ہمیشہ سپاہی ہی رہتا ہے
اس کے لیے ہی خطرناک رستے بنے ہیں

ہماری مسرت یہی ہے
کہ ہم تم کو زندہ سلامت۔ گجر دم دہاں لے چلیں
جس جگہ اس مقدس زمین وطن کے زن و مرد۔

پیر و جواں
یوم نصرت کے موقع پہ غازی سپوتوں کو
فخر و عقیدت سے دیکھیں گے۔
توپوں کی گونجاہیں ان بہادر جوانوں پر

تکرم کے پھول برس گئے
جو جنگ سے سرخرو ہو کے آئے
زخمی سپاہی : مرے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی بھی
تمنا نہیں ہے

کہ میں بھی وہاں ہوں
مگر دوستو
چند لمحے تو سستا بھی لو۔ تم بہت تھک چکے ہو
پہلا سپاہی : تھکن؟

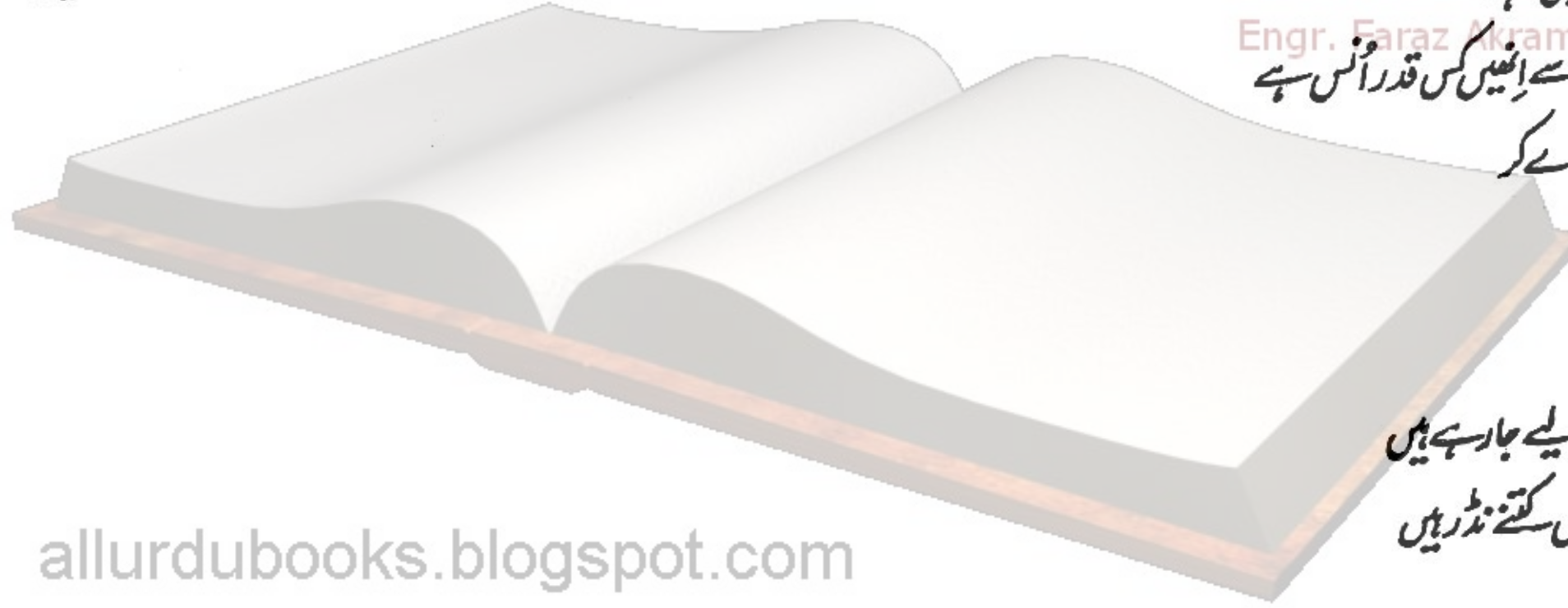
تم ہماری نہ پروا کرو
ایک بے جان لاشے کو دو گام بھی کھینچنا سخت اذیت ہے
پراہیک زندہ سپاہی کو گندھوں پہ ڈالے اگر سینکڑوں میل کا
بھی سفر ہو تو کچھ بھی نہیں

دوسرا سپاہی : اور سپاہی اگر یوں تھکے تو سپاہی نہیں
پہلا سپاہی : ہوائیں بہت سرد ہیں اور تمہارے ٹھٹھرتے
ہوئے ہاتھ..... اُف کس قدر تنگ زدہ ہیں

مجھے مات دے کر
مجھے مات دے کر

(موت منہ کے بل گر پڑتی ہے)

خیال: تراو دسکی



allurdubooks.blogspot.com

یہ دستانے لو — میرے ہاتھوں میں کافی حرارت ہے
زخمی سپاہی: لیکن
دوسرا سپاہی: سنو! یہ تکلف کا موقع نہیں
پہلا سپاہی: بس یہ ڈھلوان اب ختم ہونے کو ہے
اور ہم اپنی منزل کے نزدیک تر آچکے ہیں
موت: یہ مخلوق کیسی ہے
اک دوسرے سے انہیں کس قدر اُنس ہے
یہ مجھے مات دے کر
”اُسے“
میرے پیچھے کو
مجھ سے پھینے لیے جا رہے ہیں
یہ کیسے سپاہی ہیں کتنے نڈر ہیں
کہ میں تھک گئی
اور یہ جا رہے ہیں
مجھے مات دے کر

نسل در نسل رہی جہدِ مسلسل کی تڑپ
ایک اک بوند نے طوفان اٹھایا آئندہ
تم نے اک ضرب لگائی تھی حصارِ شب پر
ہم نے ہر ظلم کی دیوار کو ڈھایا آئندہ

Engr. Faraz Akram

شہدائے جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے نام

وقت تاریک خرابوں کا وہ عفریت ہے جو
ہر گھڑی تازہ چہرہ اغوں کا لہو بیتا ہے
زلفِ آزادی کے ہر تار سے زلفِ ایام
حریت کیش جوانوں کے کفن سیتا ہے
تم سے جس دورِ الم ناک کا آئینہ زہوا
ہم پر وہ عہدِ ستم ایک صدی بیتا ہے
تم نے جو جنگ لڑی ننگِ وطن کی خاطر
مانا اس جنگ میں تم ہمارے عدو جیتا ہے

تم نے جس دن کے لیے اپنے جگر چاک کیے
سو برس بعد سہی دن تو وہ آیا آئندہ
تم نے جس دشتِ تمنا کو لہو سے سینچا
ہم نے اُس کو گل و گلزار بنایا آئندہ

لیکن اے جذبِ مقدس کے شہیدانِ عظیم
 کل کی مار اپنے لیے جیت کی تمہیں دہنی
 ہم صلیبوں پہ چڑھے زندہ گڑے پھر بھی بڑھے
 وادیِ مرگ بھی منزلِ گہرِ اُمید دہنی
 ہاتھ کٹتے رہے پر مشعلیں تابندہ ہیں
 رسم جو تم سے چلی باعثِ تقلید دہنی
 شب کے سفاک خداؤں کو خبر ہو کہ نہ ہو
 جو کرن قتل ہوئی شعلہٴ خورشید دہنی

ترانہ

مرا بدن لہو لہو

مرا وطن لہو لہو

مگر عظیم تر

یہ میری ارضِ پاک ہو گئی

اسی لہو سے

سرحد

وطن کی خاک ہو گئی

مرا بدن لہو لہو

بُجھا جواک دیا یہاں

تو روشنی کے کارواں

رواں دواں رواں دواں

وفا کی مشعلیں لیے نکل پڑے

یہ سرفروش جانتا رچل پڑے

Engr. Faraz Akram

یہاں تلک کہ ظلم کی

فصیل چاک ہو گئی

عظیم تر یہ ارض پاک ہو گئی

مرا بدن لہو لہو

یہ سراٹھے تو کٹ مرے

مگر جھکے نہیں

اسی ادا سے رزم گاہ تابناک ہو گئی

عظیم تر — یہ ارض پاک ہو گئی

مرا بدن لہو لہو

مرا وطن لہو لہو

ہر ایک زخم فتح کا نشان ہے

وہی تو میری آبرو ہے آن ہے

جو زندگی وطن کی راہ میں ہلاک ہو گئی

عظیم تر — یہ ارض پاک ہو گئی

غنیم کس گماں میں تھا

کہ اس نے وار کر دیا

اسے خبر نہ تھی ذرا

کہ جب بھی ہم بڑھے

تو پھر رُکے نہیں

جاہ و منصب کے طلبگاروں نے یوں ہاتھ بڑھائے
کوئی دامن بھی سلامت نہ رہا تیرے بعد

جن کو اندازِ جنوں تو نے سکھائے تھے کبھی
وہی دیوانے ہیں زنجیرِ پستیرے بعد

کس سے آلامِ زمانہ کی شکایت کرتے
واقفِ حال کوئی بھی تو نہ تھا تیرے بعد

اب پکاریں تو کسے زخم دکھائیں تو کسے
ہم سے اشفیٰ مروتِ شعلہ نوا تیرے بعد

پھر بھی مایوس نہیں آج ترے دیوانے
گو ہر اک آنکھ ہے محرومِ ضیا تیرے بعد

Engr. Faraz Akram

تیرے بعد

بعضِ فوائدِ اعظم

پُھول روتے ہیں کہ آئی نہ صدا تیرے بعد
غرۃِ بنوں ہے ہزاروں کی ردا تیرے بعد

آندھیاں خاک اڑاتی ہیں سرِ صحنِ چمن
لالہ و گل ہوئے شاخوں سے جدا تیرے بعد

راستے سخت کٹھن منہ لیں دشوار رہی
گامزن پھر بھی رہے آبلہ پا تیرے بعد

جب کبھی ظلمت حالات فضا پر برسی
مشعل راہ بنی تیرے صدا تیرے بعد

دیکھنا یہ ہے

آج اغیار کے تیروں سے بدن پر میرے
پھر وہی زخم چمکتے ہیں ستاروں کی طرح
پھر اسی دشمن جاں دشمن دیں کے ہاتھوں
میرا ملبوس ہے گل رنگ بہاروں کی طرح
پھر مرے دیں کی مٹی سے لہو رستا ہے
پھر درو بام ہوئے سینہ فگاروں کی طرح

جانے کس زعم میں آیا تھا مقابل میرے
وہ اندھیروں کا پُجاری وہ اُجالے کا عدد
اس نے اک مشعلِ تاباں کو بجھبھنا چاہا
اور فضا میں لپک اُٹھے ہیں کروڑوں بازو
میرا مشرق ہو کہ مغرب میرے سائے لطراف
میری قوت میرا پیکر مری جاں میرا لہو

دیکھنا یہ ہے کہ اس باطل و حق کے سن ہیں
رات مرتی ہے کہ زنجیر سحر ہوتی ہے
آخری فتح مری ہے مرا ایمان ہے یہ
جس طرح ڈوبتے سورج کو خبر ہوتی ہے
میں تو سو بار اسے اپنا مقتدر کر لوں
جس شہادت سے مری ذات امر ہوتی ہے

میرے دشمن میرے قاتل نے ہمیشہ کی طرح
پھر سے چاہا کہ شکستہ مرا پندار کرے
جس طرح رات کا سفاک شرکاری چاہے
کہ وہ سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرے
یا چراغِ سر دیوار کو تنہا پا کر
جس طرح تند ہوا ٹوٹ کے یلغار کرے

میرے دشمن نے یہ سوچا ہی نہیں تھا شاید
یہ دیا بادِ فنا سے بھی بھڑک سکتا ہے
اس کو قوت پہ تکبر ہے مگر مجھ کو یقیں
دستِ حق بازوئے قاتل کو جھٹک سکتا ہے
میرے جلا د کو معلوم نہیں ہے شاید
میرا دل دستِ اجل میں بھی دھڑک سکتا ہے

ہم روشنی لائے تھے لہو اپنا جلا کر
ہم پھول اگاتے تھے پسینے میں نہا کر
لے جاتا مگر اور کوئی فصل اٹھٹا کر

رہتے تھے ہمیشہ تہی داماں ہمارے
یہ کھیت ہمارے ہیں یہ کھلیاں ہمارے

یہ کھیت ہمارے ہیں یہ کھلیاں ہمارے

اب دیس کی دولت نہیں جاگیر کسی کی
اب ہاتھ کسی کے نہیں تختہ دیر کسی کی
پاؤں میں کسی کے نہیں زنجیر کسی کی

بھولے گی نہ دنیا کبھی احسان ہمارے
یہ کھیت ہمارے ہیں یہ کھلیاں ہمارے

یہ کھیت ہمارے ہیں یہ کھلیاں ہمارے
پورے ہوئے اک عمر کے ارمان ہمارے

ہم وہ جو کڑی دھوپ میں جسموں کو جلاتیں
ہم وہ ہیں کہ صحراؤں کو گلزار بناتیں
ہم اپنا لہو خاک کے تودوں کو پلاتیں

اس پر بھی گھروندے ہے ویران ہمارے
یہ کھیت ہمارے ہیں یہ کھلیاں ہمارے

تیرے بیٹے تری آبرو کے لیے
یوں جلائیں گے اپنے لہو کے دئے
پھوٹ نکلے گی تاریکیوں سے کرن
اے وطن اے وطن

Engr. Faraz Akram

تیری آبادگیاں مہکتی رہیں
تیری راہیں فضا میں چمکتی رہیں
مسکراتے رہیں تیرے کوہ و دمن
اے وطن اے وطن
اے وطن اے وطن

اے وطن اے وطن

اے وطن اے وطن
اے وطن اے وطن
تیرے کھیتوں کا سونا سلامت ہے
تیرے شہروں کا سکھ تاقیامت ہے
تاقیامت رہے یہ بہارِ چمن
اے وطن اے وطن

مرے اپنے میرے پیارے لوگو
انہیں رستوں پہ جہاں
ہجر کی تاریک گھڑی
یوں قضا بن کے کھڑی تھی
کہ ٹلے گی ہی نہیں

میں بھی اوروں کی طرح
ہجر کی دہلیز پہ استادہ رہا
آتے جاتے ہوئے موسم
انہیں گلیوں سے گزرتے ہوئے
اک پل کو ٹھہرتے
تو یہ کہتے

”ابھی وہ رُت نہیں آئی“
ابھی وہ رُت نہیں آئی“
میں مگر شوق کی دہلیز پہ استادہ رہا

میرے اپنے لوگو!

(جنگی قیدیوں کی دہلیز پر)

میں بھی اوروں کی طرح
جانبِ در آیا تھا
کہ میں ان آنکھوں کو ان چہروں کو دیکھوں
جو گئے سال گئے تھے
تو نہ واپس آئے
میں بھی آنکھوں کے چراغوں کو جلائے
انہیں رستوں پہ کھڑا تھا

کہ کبھی زخمِ سلیں چاکِ گریبانوں کے
”ندیاں سوکھ گئیں
شوق میں طوفانوں کے“

اور اب ساعتِ دیدار
جب آئی ہے تو کیا دیکھتا ہوں
آنے والے سفرِ درد سے لوٹے ہیں
تو ان کے پیکر
اتنے بے رنگ ہیں بے جان ہیں
جیسے کبھی زندہ ہی نہ تھے

ان کے ہاتھوں میں

کوئی پرچمِ تیراں

نہ کوئی مشعلِ تاباں

نہ وہ پندارِ دل و جاں

جو مرے خواب کی تعبیر لگیں

ان کے قدموں میں ابھی تک

وہ گرانی ہے

کہ میری طرح کئی ہجر زدہ دل
کئی روتی ہوئی آنکھیں
کئی بسملِ جانیں

آتے جاتے ہوئے جھونکوں کو صدا دیتی تھیں
کوئی پیغام؟

کسی کُشتہ بیدار کے نام
اور خاموش ہوائیں جیسے

عمر بجھتے ہوئے شعلوں کی بڑھا دیتی تھیں
ہر کوئی نقشِ بدیوار

سرِ راہ گزار

ایک سی سب کی طلب

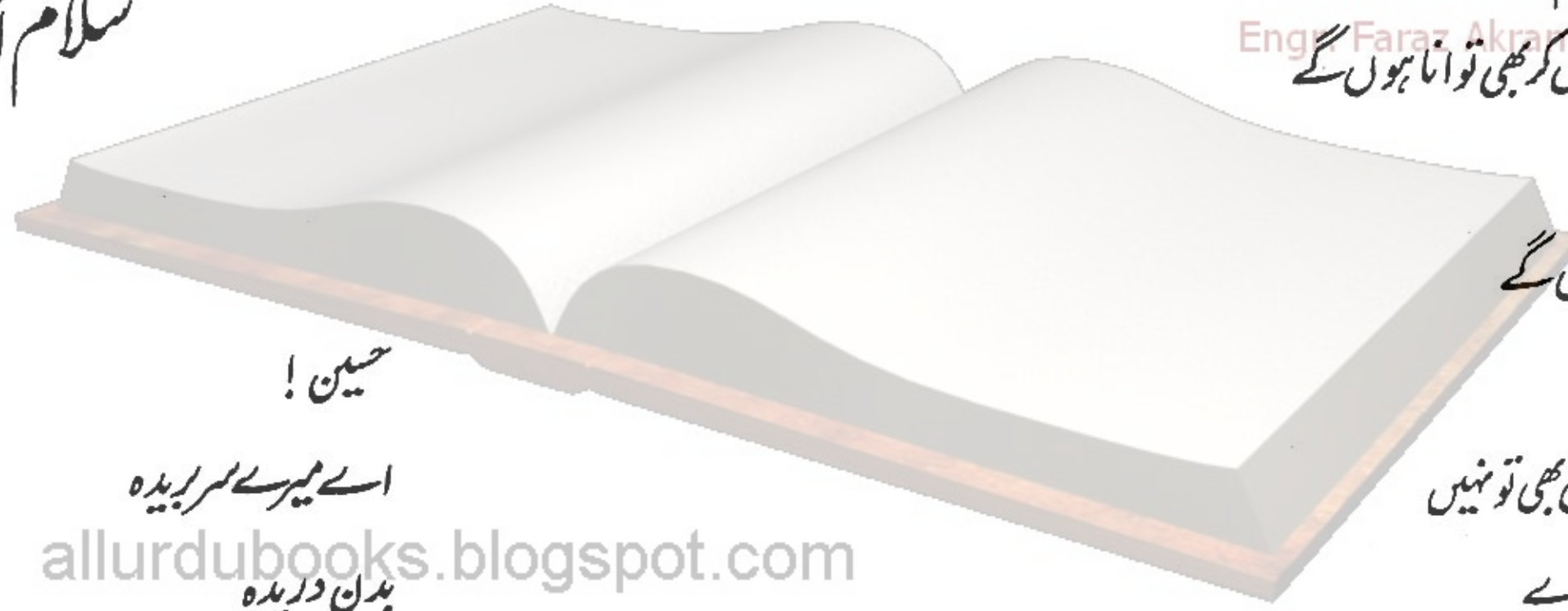
ہر کوئی حرفِ بلب

اَو

بس ابھی جاؤ

کہ کبھی دن تو پھر بے سرور مانوں کے

سلام اس پر



حسین !

اے میرے سر پریدہ

بدن دریدہ

سدا ترا نام برگزیدہ

میں کر بلا کے لہو و دشت میں تجھے

دشمنوں کے زرخے میں

یتیم دردست دیکھتا ہوں

کہ پابستہ زنجیر لگیں

آنے والے مجھے انساں نہیں تصویر لگیں

میں تو آیا تھا

کہ دیکھوں گا انھیں

جو میری طرح مرے ہم وطنوں کی مانند

درد کی آگ میں ڈھل کر بھی تو انا ہوں گے

نئی سچ دھج سے

نئی سمت روانہ ہوں گے

ان کے جسموں میں مگر

خوں کی رمت بھی تو نہیں

ایسے دیر ان ہیں چہرے

کہ انھیں اپنی اسیری کا

قلق بھی تو نہیں

اک داستان کا حصہ نہیں ہے
اک واقعہ نہیں ہے
یہیں سے تاریخ
اپنے تازہ سفر کا آغاز کر رہی ہے
یہیں سے انسانیت
نئی رفعتوں کو پرواز کر رہی ہے

میں آج اسی کر بلا میں
بے آبرو۔ نگوں سر
شکست خوردہ نخل کھڑا ہوں
جہاں سے میرا عظیم مادی
حسین کل سرخرو گیا ہے

میں جاں بچا کر
فنا کے دلدل میں جاں بلب ہوں
زمین اور آسمان کے عز و فخر

میں دیکھتا ہوں
کہ تیرے سارے رفیق
سب ہمہنوا
بسمی جان فروش
اپنے سروں کی فصیلیں کٹا چکے ہیں

گلاب سے جسم اپنے خوں میں نہا چکے ہیں
ہو اے جانکاہ کے بگولے
چراغ سے تابناک چہرے بجھا چکے ہیں
مسافرانِ رہ و فالت لٹا چکے ہیں
اور اب فقط تو

زمین کے اس شفق کدے میں
ستارہ صبح کی طرح
روشنی کا پرچم لیے کھڑا ہے
یہ ایک منظر نہیں ہے

سارے حرام مجھ پر

وہ جاں ناکر

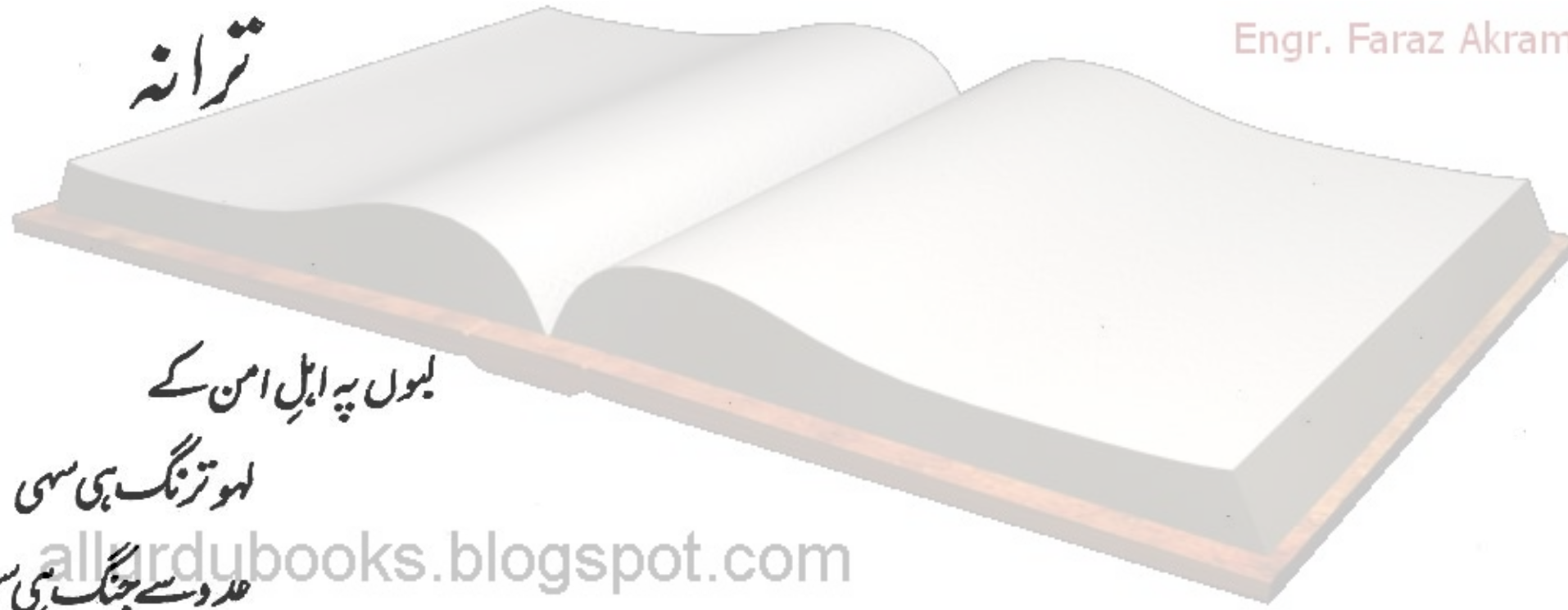
منارۂ عرش چھو گیا

سلام اُس پر

سلام اُس پر

Engr. Faraz Akram

ترانہ



لبوں پہ اہل امن کے

لہو ترنگ ہی سہی

allurdubooks.blogspot.com

عدو سے جنگ ہی سہی

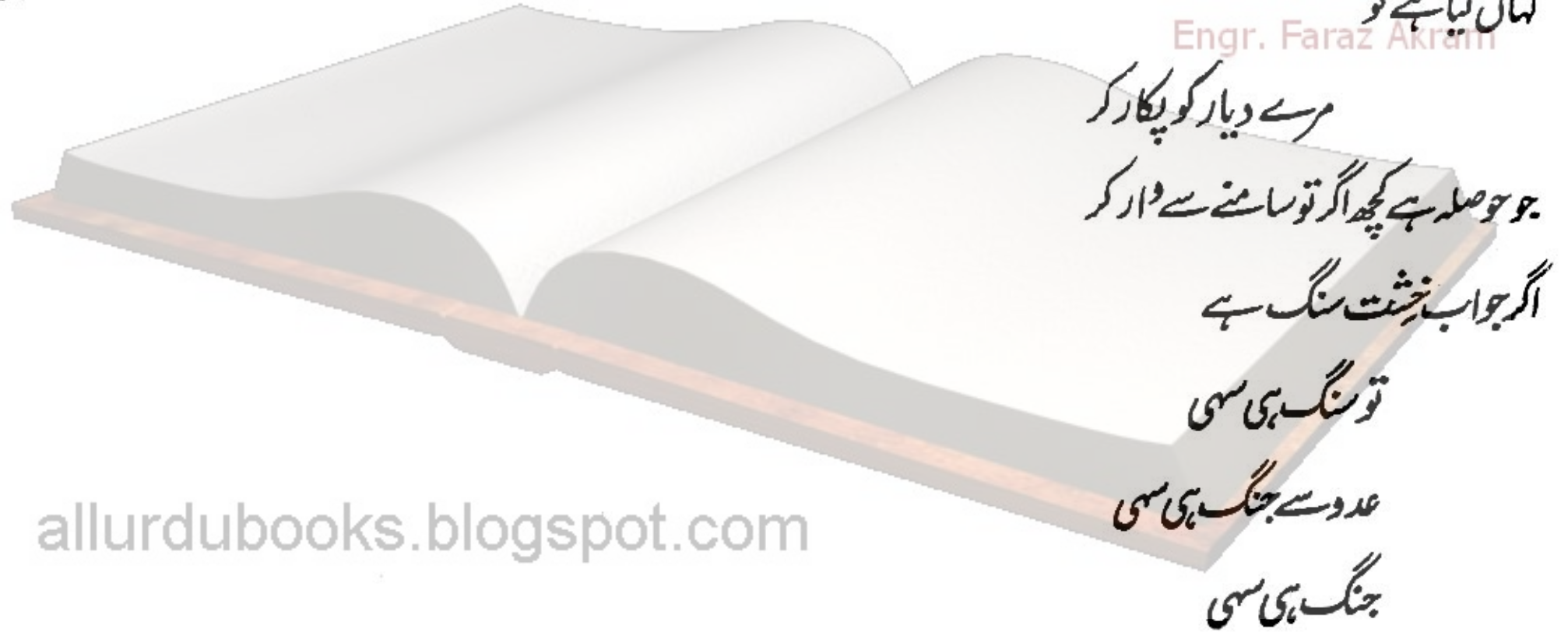
چلو کہ دشمنوں کا یہ گھمنڈ

توڑ دیں

جو ہاتھ ہم پہ ظلم کے اٹھتے

مروڑ دیں

کہاں ہے شکرِ ستم
کہ آگئے ہیں منجھلے
اسی کی خاک اسی کے خوں سے
لالہ رنگ ہی سہی
عدو سے جنگ ہی سہی



allurdubooks.blogspot.com

فینم پر یہ عرصہ حیات
تنگ ہی سہی
عدو سے جنگ ہی سہی
جنگ ہی سہی

کہاں گیا ہے تو
مرے دیار کو پکار کر
جو حوصلہ ہے کچھ اگر تو سامنے سے وار کر
اگر جوابِ نشتِ سنگ ہے
تو سنگ ہی سہی
عدو سے جنگ ہی سہی
جنگ ہی سہی

نہ چاہتے تھے ہم مگر
یہ امتحاں بھی ہو چلے